OPEN ACCESS
AL-TABYEEN
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: ***Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.***

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
Jul-Dec-2021
Vol: 5, Issue: 2
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

آخرت سے متعلق ”ترجمان القرآن“ کے کلامی مباحث کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر سعید احمد*
ڈاکٹر محمد اعجاز**

ABSTRACT

In this universe, if we look at the arrival of a human being, it will open up to us the secret that man did not come in this world suddenly, but he had gone through several worlds before stepping into this universe. The First World is called spiritual world where his soul was present and the argument is that when the soul enters the body of the baby and he starts to move in the womb of the mother, so the question now arises where was that soul before it entered the baby's body? And where did that soul come from? Where it was and wherever it came from, the name of that universe is Spiritual world. After the spiritual world, there is a second world in the womb of the mother. In this world a man must live for at least nine months. Stop for a minute to see this amazing system of power that a baby remains alive in a moving grave for at least nine months. The object is to say that if a human being has to go through two worlds before coming into the universe, so if a fourth world is accepted after this world, what is the rational prohibition behind it? The life in the fourth world is called the life of Hereafter. If there is

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور
** ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

any disagreement with this name then let's another name, but a fourth world still have to believe, because when the soul comes out of body after death, the same question will arise here that where did the soul go? In this article, it is examined that how author of "Tarjuman al-Qur'an" Abul Kalam Azad has proved the reality of life of Hereafter and what kind of arguments have given as an evidence in this tafsir?

Key words: عالم ارواح، عالم ارحام، عالم آخرت، معاد، حشر نشر

اگر ہم عالمِ ہست وبود میں انسان کی آمد پر غور کریں تو ہم پر یہ راز کھلتا ہے کہ انسان اچانک یہاں نہیں آ گیا بلکہ اس عالم میں قدم رکھنے سے پہلے کئی عوالم سے وہ گزر چکا تھا۔ پہلا عالم "عالمِ ارواح" ہے۔ جہاں اس کی روح موجود تھی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ استقرارِ حمل کے کچھ عرصہ بعد جب بچے کے جسم میں روح داخل ہوتی ہے اور وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچے کے جسم میں داخل ہونے سے پہلے وہ روح کہاں تھی یا کہاں سے آئی؟ وہ جہاں بھی موجود تھی یا جہاں سے بھی آئی ہو اسی عالم کا نام "عالمِ ارواح" ہے۔

اب عالمِ ارواح کے بعد دوسرا عالم ہے "شکم مادر" جسے عالمِ ارحام بھی کہتے ہیں۔ اس عالم میں بھی انسان کو کم و بیش نو مہینے رہنا پڑتا ہے۔ ایک منٹ رک کر ذرا قدرت کا یہ حیرت انگیز نظام دیکھیے کہ ایک چلتی پھرتی قبر میں نو ماہ تک ایک بچہ زندہ رہتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسانی زندگی کے لیے جتنے اسباب کی ضرورت ہے، وہ سارے اسباب بچے کو وہاں فراہم کیے جاتے ہیں۔

شکم مادر سے باہر آ جانے کے بعد اگر ساری دنیا کے اطباء اور حکماء چاہیں کہ پیٹ چاک کر کے پھر بچے کو دوبارہ اس جگہ منتقل کر دیں تو یقین ہے کہ ایک منٹ بھی بچہ وہاں زندہ نہیں رہے گا۔ یہیں سے خدا اور بندوں کے انتظام کا فرق سمجھ میں آ جاتا ہے کہ جو چیز بندوں کے لیے ناممکن ہے، وہ خدا کی قدرت کے سامنے ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ہر عالم کا ماحول اور تقاضا الگ الگ ہے، ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مقصود یہ کہنا ہے کہ عالم دنیا میں آنے سے پہلے اگر انسان کو مرحلہ وار دو عوالم سے گزرنا پڑتا ہے تو عالم دنیا کے بعد بھی اگر کوئی چوتھا عالم مان لیا جائے تو اس میں عقلی قباحت کیا ہے؟ اسی چوتھے عالم کا نام ہم عالمِ آخرت رکھتے ہیں۔ اگر اس کے نام سے کسی کو اختلاف ہے تو چلیں کوئی اور نام رکھ لیتے ہیں لیکن ایک چوتھا عالم تو بہر حال

ماننا ہی پڑے گا کیونکہ مرنے کے بعد جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو وہی سوال یہاں بھی اُٹھے گا کہ روح نکل کر کہاں گئی؟ سطورِ ذیل میں مولانا ابو الکلام آزاد کی مایہ ناز تفسیر ترجمان القرآن کی روشنی میں عقیدۂ آخرت سے متعلق دلائلِ عقلیہ کو پیش کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔ ان دلائل کے ذکر سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ کی انسانی زندگی میں اہمیت بھی بیان کی جائے، لہٰذا ذیل میں عقیدہ کی اہمیت کے حوالہ سے چند سطور سپردِ قرطاس کی جاتی ہیں۔

عقیدہ کی اہمیت

انسان کی کامیابی کے لیے خالقِ کائنات نے تین چیزیں مقرر فرمائی ہیں۔

1-عقیدہ کی اصلاح　　2-عمل کی اصلاح　　3-اخلاق کی اصلاح

ان میں سے اہم اور بنیادی چیز عقیدہ ہے کیونکہ اعمال اور اخلاق عقیدہ کی صحت پر موقوف ہیں۔ اگر عقیدہ صحیح ہے تو اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں گے اور اخلاق کا ثمرہ بھی انسان کو مل جائے گا۔ اگر عقیدہ فاسد ہوا تو نہ اعمال معتبر ہوں گے اور نہ اخلاق کارگر ہوں گے۔ قرآن وسنت میں اس بنیادی حقیقت کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾[1]

"پس جو شخص کرتا رہا کوئی نیک کام بشرطیکہ وہ مومن ہو تو رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا اس کی کوشش کو اور ہم اس کیلئے (اس کے عملوں کو) لکھنے والے ہیں۔"

فلاح اور کامیابی کا مدار حقیقت میں یہی ایمان اور عقیدہ کی درستگی ہے۔ اگر کسی کے پاس ایمان کی دولت ہوگی تو وہ کامیاب ہوگا۔ ورنہ بڑے بڑے نیک اعمال بھی قیامت کی آندھی میں راکھ کی طرح اڑ جائیں گے اور انسانی ہاتھ خالی رہ جائے گا۔

عقائد اسلام

عقیدہ کا لفظ "عقد" سے مشتق ہے اور عقد کا معنی ہوتا ہے "باندھنا یا گرہ لگانا"۔ گویا اصطلاح میں چند بنیادی

[1] الانبیاء 21: 94

حقائق کے بارے میں یقین اور تصدیق قلبی کو پختہ کرنا اور خیالات کو ایسا مضبوط بنانا جس طرح گرہ باندھی جاتی ہے، عقیدہ کہلاتا ہے۔[1]

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو ہر پہلو پر رہنمائی کرتا ہے کیونکہ یہ ایک عالمگیر نظام ہے۔ عقائد اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر کی اچھائی یابرائی پر ایمان لانا شامل ہے۔ ان کے علاوہ دیگر ان امور پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جن کا ذکر نصوص میں آیا ہے جو امور غیبیہ اور اصول دین سے ہیں جیسے کہ ارکان ایمان اور ارکانِ اسلام۔[2]

عقیدۂ آخرت

عقیدہ آخرت سے مراد اس بات کا یقین کرنا ہے کہ معاد جسمانی حق ہے یعنی اسی جسم کے ساتھ دوبارہ زندہ ہو کر جی اٹھنا حق ہے۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بوسیدہ ہڈیوں اور ریزہ ریزہ کالبُد کے اجزاء کو جہاں کہیں وہ ہوں گے، اسی دنیاوی کالبُد کی صورت میں جمع کرے گا اور وہی روحیں جو ان کو دنیا میں حاصل تھیں، ان کے ابدان میں ڈالے گا اور تمام لوگ بامر الٰہی قبروں سے زندہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ معاد جسمانی اور بعث پر ایمان لانے کے لیے ان سب باتوں کی تصدیق ضروری ہے اور معاد جسمانی اور آخرت کا مسئلہ قرآن اور حدیث سے قطعی اور بدیہی طور پر ثابت ہے جس میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہیں اور حشر کے ماننے پر ایمان اور اسلام کا دارومدار ہے اور ہر عصر میں علماء کا اس پر اجماع رہا ہے اور ہر زمانہ کے علماء نے بالاتفاق منکرینِ حشر ونشر کی تکفیر کی ہے۔[3]

اثبات عالمِ آخرت

منکرین آخرت اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کے قائل نہیں، ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب تک ہم

1۔ الطحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، شرح عقیدہ طحاویہ، مترجم غلام حسین عاصم ماتریدی، مکتبۃ المصطفیٰ، 2010، ص6

2۔ النسفی ، عمر بن محمد ، ابو حفص ، عقائد ماتریدیہ فی شرح العقائد النسفیہ، مترجم غلام حسین ماتریدی ، اہل السنہ پبلیکیشنز ، دینہ ضلع جہلم ، 2009، ص7

3۔ کاندھلوی، محمد ادریس، عقائد الاسلام، ادارہ اسلامیات کراچی، مئی 2010ء ص402

حواس خمسہ کے ذریعے کسی چیز کا ادراک نہ کر لیں، ہم ان کو نہیں مانتے۔ اس لیے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے وجود پر کوئی دلیل نہیں جس سے ہم اس کے قائل ہوتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفۂ عصر زبان سے تو یہی کہتے ہیں مگر اپنے اس قول پر قائم نہیں، اس لیے کہ وہ مادہ (ایتھر) کو مانتے ہیں اور اس کو ثابت کرتے ہیں مگر حواس خمسہ سے کسی نے اس کا ادراک نہیں کیا۔ پس جب ہمارے حواس اس مادی دنیا کی چیزوں کے ادراک سے قاصر ہیں تو اگر اس مادی دنیا کے علاوہ دوسرے عالم کی چیزوں کے ادراک سے قاصر اور عاجز ہوں تو کیا مستبعد ہے اور کسی چیز کا پتانہ لگنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شے نفس الامر میں بھی موجود نہیں۔ آخر قدیم طبیعات کے ہزاروں ماہر گزر گئے جن پر رعد و برق کی یہ حقیقتیں منکشف نہیں ہوئیں جو اَب متاخرین کو دریافت ہوئیں۔ عقل یہ کہتی ہے کہ اگر کسی شے کے وجود کی دلیل ہمارے پاس نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ شے موجود ہی نہیں ہے اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ حقائق اشیاء کی واقفیت کے بارے میں ہمارا علم اور تجربہ محدود اور ناتمام ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ امر بلاشک وشبہ ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی اور عالم ہو جس کو ہم نے اب تک نہیں دیکھا۔ مگر جن راستبازوں نے اس عالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ اپنے مشاہدہ کی بنا پر اس کے وجود کی خبر دے رہے ہیں لہٰذا اگر کوئی مخبر صادق کسی ایسی آبادی کے وجود کی خبر دے جس کو ہم نے نہ دیکھا ہو تو عقلاً ہر گز ہر گز اس کا انکار جائز نہیں۔[1]

مولانا آزاد سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ:

﴿ وَ قَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾[2]

"اور کہتے ہیں نہیں کوئی زندگی بجز ہماری اس دنیاوی زندگی کے اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے (قبروں سے)"

اس آیت کی تشریح میں منکرین آخرت کو اسی بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ عقل و بصیرت کبھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ دنیا کی زندگی ایسی سریع وفانی ہے جیسے چار گھڑی کا کھیل تماشا ہو۔ پھر کیا یہ کارخانہ ہستی

---

[1] کاندھلوی، عقائد الاسلام، ص389

[2] الانعام:6:،29

اسی لیے بنایا گیا ہے کہ چند دنوں تک کھیلو کو دو اور اس کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ دنیا کی زندگی کو لہو ولعب اس لیے کہا کہ اس کی مہلت چشم زدن میں ختم ہو جاتی ہے، نیز اس لیے کہ اگر نتائج و ثمرات عمل کے لیے کوئی دوسری زندگی نہ ہو تو جو کچھ ہے لہو ولعب سے زیادہ نہیں۔[1]

وقوعِ قیامت و آخرت ، عقل و انصاف کا تقاضا

قیامت کا وقوع عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کیونکہ جب خدا نے انسان کو عقل و تمیز اور تصرف کے اختیارات دے رکھے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے اعمال وافعال سے بھی باخبر رہے گا اور دیکھے گا کہ اس کی زمین میں اس نے یہ اختیارات کیسے استعمال کیے۔ قیامت کے برپا کیے بغیر اس کی حکمت اور اس کی رحمت کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اور ایک حکیم سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ان تقاضوں کو پورا نہ کرے۔ اس لیے فرمایا:

﴿ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾[2]

"(قیامت آئے گی) تا کہ اللہ تعالیٰ جزا دے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ یہی وہ (نیک بخت) لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور رزق کریم ہے۔"

رحمتِ الٰہی سے معاد پر استدلال

مولانا آزاد رحمت الٰہی سے حیات اُخروی پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حیات اُخروی پر استدلال کیا ہے۔ اس کی حقیقت سمجھنی چاہیے۔ انسان کی زندگی کیا ہے؟

قرآن کہتا ہے: "اللہ کی رحمت کا فیضان ہے" یہ رحمت جو چاہتی تھی کہ وجود ہو، بناوٹ ہو، حسن ہو، کمال ہو اور اس لیے سب کچھ ظہور میں آ گیا۔ اب اچھا اگر رحمت الٰہی کا یہ مقتضیٰ ہوا کہ انسان کو زندگی ملی تو کیا اسی رحمت کا مقتضیٰ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ زندگی صرف اتنی نہ ہو بلکہ اس کے بعد بھی ہو اور رحمت کا فیضان برابر جاری

---

[1] آزاد، ابو الکلام، مولانا، ترجمان القرآن، اسلامی اکیڈمی، لاہور، (س ن) جلد 1، ص 485

[2] السبا:34 : 4

رہے۔ اس کی رحمت ابدی ہے۔ پھر کیا اس کا فیضان دائمی نہ ہو گا؟ اگر دائمی ہونا چاہیے تو کیوں انسانی زندگی اس سے محروم رہ جائے۔ انسان کی دنیاوی زندگی کی مقدار کیا ہے؟ محض گنے ہوئے چند دنوں کی زندگی۔ پھر کیا خدا کی رحمت کا فیضان اتنا ہی تھا کہ چار دن کی زندگی پیدا کر دے اور وہ زندگی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں دے سکتی تھی؟"[1]

سطورِ بالا میں مولانا ابو الکلام آزاد نے انتہائی شرح وبسط کے ساتھ رحمتِ الٰہی کی وسعت کے پیشِ نظر عقیدۂ آخرت کے اثبات پر عقلی دلائل پیش کیے ہیں، جو کہ عقول کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں۔

مسئلہ حشر ونشر پر امام رازی کا استدلال

امام رازی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 25 :

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾[2]

"اور خوشخبری دیجیے انہیں جو ایمان لائے اور کیے نیک عمل (کہ) یقیناً ان کیلیے باغات ہیں، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ جب کھلایا جائے گا انہیں ان باغوں سے کوئی پھل تو (صورت دیکھ کر) کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے کھلایا گیا تھا اور دیا گیا انہیں پھل (صورت میں) ملتا جلتا اور ان کے لئے جنت میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔"

میں مسئلہ حشر ونشر پر استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حشر ونشر اور آخرت کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن پر صحتِ دین کا مدار ہے۔ اس مسئلہ میں بحث اس کے امکان کے حوالے سے ہے یا اس کے وقوع میں۔"

اس کا امکان تو عقل و نقل دونوں سے ثابت ہے۔ رہا وقوع تو وہ فقط نقل و شرع پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو قرآن مجید میں ذکر کیا اور کئی وجوہ سے حق واضح کیا ہے۔

---

[1] آزاد، ابو الکلام، مولانا، ترجمان القرآن، ج2، ص436

[2] البقرہ:2: 25

پہلی وجہ:

بہت سے مقامات پر حشر ونشر کے بارے میں منکرین کا انکار نقل کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر دلیل کے فرمایا کہ اس کا وقوع یقینی اور قطعی ہے۔ یہ طریق اس لیے جائز ہے کہ جو چیز صحتِ نبوتِ رسول پر موقوف نہیں، اسے دلیل نقلی سے ثابت کرنا ممکن ہے اور یہ مسئلہ اسی طرح کا ہے لہٰذا اس کا اثبات نقل سے جائز ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فرمایا: نار کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے ہے اور اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی لہٰذا دعویٰ پر اکتفاء کر لیا۔

دوسری وجہ:

اللہ تعالیٰ نے امکان حشر ونشر کو اس بناء پر ثابت کیا کہ وہ ایسے امور پر قادر ہے جو حشر ونشر کے مثل ومشابہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ کئی وجوہ سے بیان کیا ہے مثلاً اصحابِ شمال کہتے ہیں:

﴿اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۔۔ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾[1]

"کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ (یہ ناممکن ہے)۔"

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾[2]

"آپ فرما دیجیے! بیشک اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی سب کو جمع کیا جائے گا ایک مقررہ وقت پر ایک جانے ہوئے دن میں۔"[3]

اسی طرح امام رازی امکان قیامت و آخرت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے امکانِ قیامت و آخرت کو مختلف امور سے ثابت کیا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] الواقعہ:56 : 47-48

[2] الواقعہ:56 : 49-50

[3] الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاءالتراث العربی، بیروت، 2:354

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ﴾[1]

”بھلا دیکھو تو جو منی تم ٹپکاتے ہو (اور سچ سچ بتاؤ) کیا تم اس کو (انسان بنا کر) پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟“

وجہ استدلال یوں ہے کہ منی ہضم کے فضلہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ اطراف اعضاء میں ہلکے پیدا ہونے والے ذرات کی طرح ہے ،اسی وجہ سے جماع سے تمام اعضاء لذت پاتے ہیں کیونکہ اس سے سب کو کشادگی و انحلال ملتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قوتِ شہوت کو بقیہ پر مسلط فرماتا ہے حتیٰ کہ وہ تمام اجزاء طلیہ کو جمع کرتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وہ تمام اجزاء بہت زیادہ متفرق تھے۔ اوّلاً اطرافِ عالم میں پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے اس حیوان کے بدن میں جمع کیا جو اس حیوان کے اجزاء میں متفرق تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے برتن منی میں جمع کر دیا پھر اسے اللہ تعالیٰ نے قرارِ رحم کی طرف ماءِ دافق کی شکل میں نکالا۔ جب یہ اجزاء متفرقہ جمع ہوئے تو شخص بنا۔ جب یہ موت سے بکھر جائیں گے تو انہیں دوبارہ جمع کرنا کیونکر محال ہو گا؟ اور اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار کیا ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾[2]

”اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو (روز محشر) جی اٹھنے میں تو ذرا اس امر میں غور کرو کہ ہم نے ہی پیدا کیا تھا تمہیں مٹی سے۔“[3]

حیاتِ اُخروی پر مولانا آزاد کی تین دلیلیں

مولانا آزاد، امام رازی کے طریقہ استدلال کو اختیار کرتے ہوئے سورۃ یونس کی آیت نمبر 4

﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ﴾[4]

---

[1] الواقعہ:56 : 58-59

[2] الحج:22: 5

[3] الرازی ، فخر الدین ، محمد بن عمر ، مفاتیح الغیب ،254:2

[4] یونس:10 : 4

"اسی کی طرف لوٹنا ہے تم سب نے یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے بیشک وہی ابتداء کرتا ہے پیدائش کی پھر وہی دہرائے گا اسے تا کہ جزا دے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے انصاف کے ساتھ۔"

میں عقیدۂ آخرت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ عرب کو جنہیں عقیدۂ آخرت سے انکار تھا، آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ کیا ہے اور اس کے ثبوت کے لیے تین باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱-وہ ہستی پیدا کرتا ہے اور پھر دہراتا ہے بس اگر پہلی پیدائش پر یقین رکھتے ہو تو دوسری پیدائش پر تمہیں کیوں تعجب ہوتا ہے؟ یہ پہلی نشاۃ سے دوسری نشاۃ پر استدلال ہے۔

۲-یہ دوسری زندگی کیوں ضروری ہوئی؟ اس لیے کہ جزائے عمل کا قانون چاہتا تھا کہ جس طرح ایک زندگی آزمائشِ عمل کے لیے ہے، اسی طرح ایک زندگی جزائے عمل کے لیے بھی ہو۔

۳-تمام نظامِ خلقت اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کوئی بات بغیر حکمت و مصلحت کے نہیں ہے۔ سورج کو دیکھو جس کی درخشندگی سے تمام ستارے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ چاند کو دیکھو جس کی گردش کی ۲۸ منزلیں مقرر کر دی گئیں ہیں اور اسی سے تم مہینے کا حساب کرتے ہو۔ اگر یہ سب کچھ بغیر مصلحت کے نہیں ہے تو کیا ممکن ہے کہ انسان کا وجود بغیر کسی غرض و مصلحت کے ہو اور صرف اس لیے ہو کہ کھائے پیئے اور مر کے ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے۔"[1]

حیاتِ اُخروی سے مشرکینِ عرب کی بے خبری

یہ اعتقاد کہ انسان کی زندگی صرف اتنی ہی نہیں ہے جتنی دنیا میں بسر کرتا ہے بلکہ اس کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور اس زندگی میں جزائے عمل کا معاملہ پیش آنے والا ہے، تمام مذاہبِ عالم کا عالمگیر معاملہ ہے لیکن مشرکین عرب اس سے بے خبر تھے۔ اس لیے جب قرآن نے آخرت کی زندگی کا اعلان کیا تو انہیں بڑی ہی عجیب بات معلوم ہوئی۔ وہ کہتے تھے کہ جب آدمی مر گیا تو مر گیا پھر اس کے بعد زندگی کیسے ہو سکتی ہے؟ چنانچہ قرآن مجید نے جا بجا ان کے اس طرح کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مثلاً سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] آزاد، ابو الکلام، مولانا، ترجمان القرآن، 2:204

﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾[1]

"اور بڑی شد و مد سے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ (دوبارہ) زندہ نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ جو (ایک بار) مر جاتا ہے۔ ہاں ضرور زندہ کرے گا یہ اس کا وعدہ ہے اس پر لازم ہے اس کو پورا کرنا لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"یہ لوگ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا لیکن نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے یعنی اس کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور ضروری ہے کہ ظہور میں آئے۔ اس کا وعدہ کیونکر ہے اس طرح کہ خود دنیوی زندگی کی ہر بات کہہ رہی ہے کہ اسے ایسا کرنا ہے اور وہ ضرور کرے گا تاکہ جن حقیقتوں کا انسان دنیوی زندگی میں فیصلہ نہیں کر سکتا اور اختلاف پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا فیصلہ ہو جائے نیز اس لیے کہ گمراہ اور بد عمل اپنی گمراہی اور بد عملی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں یعنی دنیوی زندگی میں پردوں کا نہ اُٹھنا اور مشاہدہ حقیقت کا نہ ہونا بتلا رہا ہے کہ کوئی اور زندگی ضرور ہے جہاں بالآخر پردے اُٹھیں گے، پس یہ صورتِ حال گویا خالق ہستی کی طرف سے ایک وعدہ ہوئی کہ اب نہیں لیکن آئندہ ایسا ہونے والا ہے اور ضروری ہے کہ یہ وعدہ پورا ہو کر رہے۔"[2]

حیات بعد الموت کی ایک عام فہم مثال

انسان کی حیات بعد الموت کو سمجھنے کے لیے آپ انسان ہی کی بنائی ہوئی ایک ذہین و فطین مشین روبوٹ ہی کی مثال لے لیجئے جو چلتا پھرتا ہے، پروگرام کے مطابق کام بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اپنے ماحول کی عکس بندی بھی کرتا ہے اور جو معلومات حاصل کرتا ہے ان کو اپنے اندر جمع کرتا رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے موجد کمپیوٹر کو بھی بھیجتا رہتا ہے جو ہزاروں میل دور کسی لیب میں رکھا ہوا ہوتا ہے۔

---

[1] النحل:16 : 38

[2] آزاد، ابو الکلام، مولانا، ترجمان القرآن، 2:378

اب اگر میں یہ کہوں کہ موجد نے اس روبوٹ میں ایک خاص بات یہ بھی رکھی ہے کہ اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے، توڑنے کی کوشش کی جائے یا اسے آگ لگ جائے یا وہ کسی اور وجہ سے اپنی تباہی کے قریب پہنچنے لگے تو فوری طور پر وہ اپنے اندر محفوظ شدہ معلومات اور اپنے ڈیزائن کو موجد کی لیبارٹری کے کمپیوٹر کو ترسیل کر دے اور ساتھ ہی ساتھ وہ اس حادثہ کی خبر بھی دے دے جو اسے پیش آرہا ہے تو بھی آپ یہ کہیں گے کہ جدید سائنس کے لیے ایسا روبوٹ بنانا مشکل نہیں ہونا چاہیے اور آپ یہ بھی کہیں گے کہ آخری دم پر بھیجے گئے ڈیزائن اور معلومات کو سامنے رکھ کر موجد ہو بہو ایک نہیں بلکہ جتنے چاہے ویسے روبوٹ بنا سکتا ہے۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر آپ انسان کی حیات بعد الموت پر غور فرمائیں۔ اگر انسان یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو کائنات کے موجد کے لیے یہ کیونکر نا ممکن ہونا چاہیے۔[1]

حیاتِ اُخروی پر مولانا آزاد کا استدلال

مولانا آزاد اسی جدید انداز فکر کو اپناتے ہوئے بعث بعد الموت کو سورۃ الحج کی آیات کی روشنی میں بڑے احسن پیرائے میں ثابت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

اس سورۂ حج کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے دلائل بیان کیے ہیں پھر ان سے نتائج نکالے ہیں۔ یہ نتائج حسب ذیل ہیں۔

(ا) "ذٰلِکَ بِاَنَّ اللہَ ہُوَ الْحَقُّ" اللہ کی ہستی ایک حقیقت ہے۔

(ب) وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی۔ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

(ج) وَاَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

(د) وَّاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا۔ ایک مقررہ گھڑی آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

(ھ) وَاَنَّ اللہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ جو مر گئے ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں اُٹھا کھڑا کرے گا۔[2]

ان نتائج کی دلیل ان سے پہلی آیت مبارکہ ہے:

---

[1] سلطان بشیر محمود، قیامت اور حیات بعد الموت، دارالحکومت انٹرنیشنل پبلیکیشنز، 2003، ص48

[2] الحج:22:6-7

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾[1]

"اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو (روز محشر) جی اٹھنے میں تو ذرا اس امر میں غور کرو کہ ہم نے ہی پیدا کیا تھا تمہیں مٹی سے۔"

اس آیت کی تشریح میں مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"اے لوگو! تمہیں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک انسان مر کر پھر اُٹھ کھڑا ہو یعنی زندگی کا دوسرا اُٹھان تمہیں عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر یہ بات عجیب ہے تو کیا اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ زندگی کا پہلا اُٹھان ظہور میں آ گیا؟ تم اپنی ہستی میں تو شک نہیں کر سکتے؟ اچھا یہ ہستی کس طرح وجود میں آئی؟

دوسری مرتبہ اگر انسانی ہستی اُٹھے گی تو یہ زندگی کی ابتداء نہیں ہوگی بلکہ یہ زندگی کا اعادہ ہوگا۔ لیکن اس کی ابتداء کیونکر ہوئی؟ مِن تراب! مٹی سے۔ سب سے پہلے زندگی کا جرثومہ اسی میں نمودار ہوا تھا۔ پھر حکمت الٰہی نے اسے درجہ تکمیل تک پہنچایا۔ سوال یہ ہے کہ زندگی اگر عدم حقیقی سے وجود میں آسکتی تھی تو پھر کیا یہ دہرائی نہیں جاسکتی؟ زیادہ عجیب بات کون سی ہے؟ کسی چیز کی ابتدائی پیدائش یا پیدائش کے بعد اعادہ؟ اگر تمہارے لیے ابتدائی پیدائش میں کوئی اچنبھا نہیں تو اعادہ میں کیوں ہو؟ کیوں تم قطعی فیصلہ کر دو کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

جس قدرت پر یہ دشوار نہ ہو کہ زندگی پیدا کر دے اس پر یہ کیوں دشوار ہونے لگا کہ پیدا شدہ زندگی کو کہ بکھر گئی ہے، پھر سمیٹ دے؟" اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"قرآن نے حشر اجساد کے معاملہ کو بھی اسی حالت سے تشبیہ دی ہے۔ جو ایک نطفہ سے زندگی کے اُبھرنے اور تخم سے درخت کے نکلنے کی حالت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی دوسری زندگی کا ظہور اس طرح کا ظہور نہ ہوگا۔ جیسا ابتدائی تخلیق کا ظہور تھا یعنی بغیر کسی اصل حیات کے حیات ظہور میں آ گئی تھی۔ بلکہ ایسا ہوگا کہ جیسے نطفہ سے ایک نئی پیدائش اور نباتات سے ایک نیا انبعاث ظہور میں آ جاتا ہے یعنی اصل حیات بالقوۃ موجود ہوتی ہے اور بالفعل ظہور میں آ جاتی ہے۔ اس لیے وہ اسے بعث سے تعبیر کرتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی دیر تک سوتا رہا تھا، پھر اُٹھ

---

[1] الحج:22 : 5

کھڑا ہوا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اس انبعاث کے احساسات وواردات ایسے بیان کیے ہیں جیسے نیند کے بعد بیدار ہونے پر طاری ہوا کرتے ہیں اور پھر یہی وجہ ہے کہ وہ اس حالت کو اعادہ حیات سے تعبیر کرتا ہے اور عالم ہستی کے تبدل وتحول سے استدلال کرتا ہے۔"[1]

مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اسی توجیہ کو پیش کرتے ہیں کہ آخرت کی زندگی کوئی نئی حیات نہیں ہوگی بلکہ وہ پہلی زندگی کا اعادہ ہوگی اور اعادہ مشکل وپیچیدہ نہیں ہوتا۔ مولانا آزاد انکارِ آخرت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان چونکہ فسق وفجور کی کھلی چھٹی چاہتا ہے اور ان اخلاقی پابندیوں سے بچنا چاہتا ہے جو آخرت کو ماننے سے لازم آتی ہے۔ اس لیے وہ آخرت کا انکار کرتا ہے۔"[2]

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں روز برائیاں اور بے حیائیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اب انسان انسان نہیں رہا بلکہ حیوان ہو گیا ہے۔ جس طرح حیوان کے لیے حلال وحرام کی کوئی قید نہیں، اسی طرح منکرین معاد کے نزدیک حلال وحرام کی کوئی قید نہیں۔ الغرض احتیاط کا تقاضا اور ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت اور قیامت پر ایمان لایا جائے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی ہدایت کے مطابق اس کی تیاری کی جائے کیونکہ جو شخص معاد کا منکر ہو جاتا ہے، وہ حلال وحرام کا قائل نہیں رہتا اور خیر وشر کی تمیز اس کی نظر سے اُٹھ جاتی ہے اور وہ شکم وشرم گاہ کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

سطورِ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا آزاد نے اثباتِ آخرت اور حشر اجساد کو جس انداز سے بیان کیا ہے اس سے ان کے متکلم ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ متقدمین سے ہٹ کر انہوں نے جدید انداز فکر کو اپنایا ہے اور جدید سائنسی نقطۂ نظر سے اس دقیق مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں تک کہ یہ امتیاز بھی مولانا آزاد ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے رحمتِ الٰہی کی وسعت سے آخرت کے عقیدہ کا استنباط کیا ہے۔ یقیناً یہ ان کی وسعتِ نظری پر دال ہے۔ جدید دنیا میں اسلامی عقائد کے اثبات کے لئے ضروری ہے کہ مولانا آزاد کی فکر سے استفادہ کیا جائے۔

---

[1] آزاد، ابو الکلام، مولانا، ترجمان القرآن، 602:2

[2] ایضا: 485:3